مظلوم کی حمایت اور ظالم کے خلاف جہاد نہج البلاغہ کی روشنی میں

محمد تقی قاضی

خلاصہ

جب سے دنیا خلق ہوئی ہے حق و باطل کی جنگ چل رہی ہے اور اس جنگ میں کچھ لوگ مظلوم واقع ہوتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ جس پر ظلم ہورہا ہے کیا ہم تماشائی بن کر اس پر ہونے والے ظلم کو دیکھتے رہیں یا یہ کہ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دینی ہوگی۔ اس موضوع کا انتخاب اس لیے کیا گیا چونکہ دور حاضر میں اس کی اشدّ ضرورت کو محسوس کیا جارہا ہے ،آج جدھر بھی نگاہ دوڑائیں ہر طرف ظلم اور ظالم اپنی جڑوں کو پھلائے نظر آتا ہے۔انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جہاں ظلم اپنا رسوخ پیدانہ کر چکا ہو۔انسان گھر میں ہے تو ظلم ، باہر ہے تو ظلم، جلوت میں ہو یا خلوت میں ہر جگہ ظالم بنا ہوا نظر آرہا ہے گویا کہ ظلم کے شکنجے میں اس طرح قید ہو چکا ہے کہ جس سے چھٹکارے کا راستہ نظر نہیں آتا۔اب ایسے حالات میں صرف محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کردار و گفتار ہی ہے کہ جو مشعل راہ بن کر انسان کی ہدایت کر سکتا ہے اور اسے ظلم و ستم سے نجات دلا سکتا ہے۔ لہٰذا اس تحقیق میں امام علی علیہ السلام کے کلام کی روشنی میں مظلوم کی حمایت اور ظالم کے خلاف جہاد کے بارے میں وضاحت پیش کی جائے گی۔

کلیدی الفاظ: جہاد، ظلم، مظلوم، نہج البلاغہ ، امام علی علیہ السلام

مقدمہ

خالق کائنات نے دنیا کی ہر شئ کو انسان کے لیے خلق کیا لیکن انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور جب انسان کو خلق کر چکا تو اسکو عقل و شعور کے زیور سے آراستہ بھی کیا اور اسکی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھی بھیجے لیکن آغاز خلقت انسان لیکر آج تک حق اور باطل کے درمیان جنگ جاری ہے۔ اور آج بھی۔ شیطان اور اسکے پجاری حق کے راستے میں رکاوٹ بنے کھڑے ہیں اور بے گناہ حق پرست مسلمان روز بہ روز ظلم کی چکی میں پسے جا رہے ہیں زمانہ ماضی میں ظالم قوتیں قابیل، نمرود۔ شداد اور فرعون - کی شکل میں حق کے مقابلے میں آکر اپنی جھوٹی خدائی اور عارضی حاکمیت کے لئے دنیا میں بے گناہ لوگوں کا خون بہاتی رہیں اور آج بھی سامراجی اور طاغوتی طاقتیں بے گناہ مسلمانوں کو اپنے ظلم کا نشانا بنا کر فرعونیت اور نمرودیت کی یاد دلا رہی ہیں۔ لہٰذا ہم تمام مسلمانوں کا شرعی فریضہ ہے کہ ایسے ظالمون کی عارضی حکومت و خدائی کو بے اعتباری بنانے کے لئے میدان جہاد میں آئیں اور انکے خلاف جوابی کاروائی کریں جب کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں سورہ حج کی ۳۷ نمبر آیت میں مسلمانوں کو ظالم کے خلاف میدان جہاد میں آنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا - أذنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ الله علی نصـــرهم لقدیر یعنی جن لوگوں سے مسلسل جنگ کی جا رہی ہے انہیں انکی مظلومیت کی بنا پر جہاد کی اجازت دیدی گئی ہے اور یقینا اللہ انکی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہے ۔ اسلام میں یہ پہلا اذن جہاد تھا جو سورہ حج میں وارد ہوا ہے اور مسلمانوں کے لئے یہ ایک اشارہ ہے کہ حج اور جہاد میں کوئی منافات نہیں ہے اور حج کے اجتماع میں جہاد کا نعرہ لگایا جا سکتا ہے۔

ظلم اور عدل کے معنی

ظلم کے معنی حق سے تجاوز کرنے اور اپنی حد سے لگے بڑھ جانے کے ہیں چاہے وہ حد شکنی کسی بھی طرح کی ہو اور عقلی لحاظ سے خداوند عالم کے بنائے ہوئے قوانین اور اصول و ضوابط کہ جو موجودات کے تکامل کے لیے ہیں ان سے انحراف بھی ظلم شمار ہوتا ہے۔

راغب اصفہانی کہتے ہیں ظلم اہل لغت اور بہت سے علماء کے نزدیک کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر کسی اور جگہ پر قرار دینے کو کہتے ہیں خواہ کمی کی صورت میں ہو یا زیادتی کی صورت میں[1]۔

ظلم ایک ایسا مفہوم ہے جو نہ صرف شرعی لحاظ سے بلکہ عقلی لحاظ سے بھی قابل مذمت ہے اسلئے کہ اگر ایک شخص کو سر عام بے دردی کے ساتھ مارا جا رہا ہو تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ شخص اچھا کام کر رہا ہے بلکہ ہر وہ انسان کے جو صاحب عقل سلیم ہوگا اور اس کے اندر تھوڑی سی بھی غیرت پائی جائے گی تو اگرچہ ظاہری اعتبار سے نہ سہی مگر دل سے اس امر کی ضرور ملامت کرے گا اور اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو خود اس کا ضمیر اس کی ملامت کرے گا ظلم کے مقابلے میں عدل اور انصاف ہے کہ جس کے معنی ہیں ہر شے کو اس کے مقام پر رکھنا یا ہر شے کو اس کا حق عطا کر دینا یا مولا متقیان علیہ السلام کے کلام کی روشنی کہ آپ نے فرمایا (العدل یضع الامور مواضعھا) یعنی ہر امر کو اس کے مقام پر رکھنا۔[2]

یہ بات مسلم ہے کہ ظلم کسی بھی اعتبار سے قابل ستائش اور اچھا نہیں مگر بحث یہ ہے کہ کون ظلم کی زیادہ مخالفت کرتا ہے یوں تو ہر ایک ہی مدعی مخالف ظلم ہے لیکن اگر تاریخ انسانیت پر دقت نظر کیا جائے اور خاص کر اسلامی نظریات پر غور کیا جائے تو اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جتنا دین اسلام اور اس کے رہنماؤں نے ظلم کے خلاف آواز کو بلند کیا ہے اتنا کسی اور دین و مذہب میں یہ بات دیکھنے کو نہیں ملتی خداوند متعال کی طرف سے آنے والے رہنما کا کمال ہی یہ رہا ہے کہ نہ انہوں نے کسی پر ظلم کیا اور نہ ہی ظلم کو ایک لمحے کے لیے برداشت کیا اس لیے کہ جو بھیجنے والا ہے اس نے پہلے ہی اعلان کر دیا کہ:

"إِنَّ اللّٰهَ لا يَظْلِمُ النّاسَ شَيْئاً وَ لكِنَّ النّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ "[3] خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ لوگ ہیں جو خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

لہٰذا جب بھیجنے والا ہر نقص و عیب اور ظلم سے پاک و منزہ ہے تو اب اس کے نمائندے کیسے ظلم کر سکتے ہیں کیونکہ اگر یہ ظلم کریں گے تو بات پھر اس پر آجائے گی شاید یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ اپنے بھیجے ہوئے ہادی کے بھی ہر طرح کے عیب و نقص اور ظلم سے مبرہ ہونے کا اعلان کر دیا اور ارشاد فرمایا:

"لا يَنالُ عَهْدِي الظّالِمِينَ"[4] "یہ عہدہ ظالمین تک نہیں پہنچے گا".

چونکہ ظلم ایک عیب ہے لہٰذا الٰہی منصب دار وہی ہوگا جو ظلم سے پاک و پاکیزہ ہوگا چنانچہ خطیب نہج البلاغہ اپنے الٰہی عہد کا ثبوت پیش کرتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] المفردات، راغب اصفہانی۔
[2] نہج البلاغہ، حکمت نمبر ۴۲۹۔
[3] سورہ یونس آیت نمبر ۴۴۔
[4] بقرہ، آیہ ۱۲۴۔

"وَ اللَّهِ لَأَنْ أَبِيتَ عَلَى حَسَكِ السَّعْدَانِ مُسَهَّداً أَوْ أُجَرَّ فِي الْأَغْلَالِ مُصَفَّداً، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ وَ رَسُولَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظَالِماً لِبَعْضِ الْعِبَادِ..." [۵]."خدا گواہ ہے کہ میرے لیے سعد ہے ان خاردار جھاڑی پر جا کر رات گزار دینا یا زنجیروں میں قید ہو کر کھنچا جانا اس امر سے زیادہ عزیز ہے کہ میں روز قیامت پروردگار اور اس کے رسول سے اس عالم میں ملاقات کروں کہ کسی پر ظلم کر چکا ہوں..." [۶]

تقسیمات ظلم

کلی اعتبار سے اگر ظلم کو تقسیم کیا جائے تو اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ ظلم علی اللہ

۲۔ ظلم علی العباد

۳۔ ظلم علی ذاتہ

(۱) ظلم علی اللہ یعنی وہ حق جو خدا اور اس کے بندے کے درمیان ہیں انسان اس کی حق تلفی کرے یعنی اسے پورا نہ کرے مثلا نماز روزہ وغیرہ...

(۲) ظلم علی العباد یعنی وہ حقوق کہ جو انسانوں کے درمیان ہیں انسان اسے پورا نہ کرے مثلا کسی کو بے جا ستانا کسی کا مال غصب کر لینا امانت میں خیانت وغیرہ...

(۳) ظلم علی ذاتہ یہ وہ حقوق ہیں کہ جس کا تعلق خود انسان کی اپنی ذات اور اپنے نفس سے ہے مثلا اگر کسی نامحرم کو بری نگاہوں سے دیکھا تو اپنی انکھوں پر ظلم کیا اگر ذہن سے شیطانی منصوبہ اور خرافات سوچے تو ذہن پر ظلم کیا اسی طرح دیگر اعضاء وجوارح کہ اگر ان سے غلط کام لیا تو یہ خود اپنے اپ پر ظلم ہے اس لیے کہ جس مقصد کے تحت ان کو خداوند عالم نے ہمیں عطا کیا ہے اس کے برعکس اور خلاف استعمال ہوئے۔

مولائے کائنات ارشاد فرماتے ہیں:"أَقَلُّ مَا يَلْزَمُكُمْ لِلَّهِ، أَلَّا تَسْتَعِينُوا بِنِعَمِهِ عَلَى مَعَاصِيهِ"[۷]۔

"خدا کا سب سے مختصر حق یہ ہے کہ اس کی نعمت کو اس کی معصیت کا ذریعہ نہ بنایا جائے"۔

مذکورہ بالا پہلی دو قسموں کو ظلم علی غیرہ اور آخری قسم کو ظلم علی نفسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ظلم اپنی تمام تر قسموں کے ساتھ قبیح ہے اگرچہ ظلم کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے لیکن اگر تامل سے کام لیا جائے اور غور و فکر کیا جائے تو ہر طرح کا ظلم ظلم علی نفسہ ہے کیونکہ ظلم کرنے کے بعد انسان عذاب الہی کا مستحق قرار پاتا ہے جب تک کہ توبہ نہ کرے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے ظاھرا دوسروں پر ظلم کیا مگر باطنا اور درحقیقت اپنے آپ پر ظلم کیا اسی بات کی طرف مولائے کائنات کا کلام بھی ہماری رہنمائی فرما رہا ہے ارشاد ہوا:

---

۵ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۲۴ کا ایک حصہ۔

۶ ترجمہ اردو علامہ جوادی۔

۷ حکمت نمبر ۳۳۰۔

"لا يَكبُرَنَّ علَيكَ ظُلمُ مَن ظَلَمَكَ؛ فإنّهُ يَسعى في مَضَـرَّتِهِ و نَفعِكَ..." [8]۔"اور کسی ظالم کے ظلم کو بڑا تصور نہ کرنا کہ وہ اپنے کو نقصان پہنچا رہا ہے یعنی خود اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے" [9]

بہر حال ظلم اور حق تلفی چاہے جس طرح کی ہو اس کا اثر انسانی زندگی پر پڑتا ہے انسان سے مفر اختیار نہیں کر سکتا اور کتنے ہی ظلم ایسے ہیں کہ انسان کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا لہٰذا انسان کو ہمیشہ اپنے مالک سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہنا چاہیے اسی بات کی طرف مولائے متقیان دعائے کمیل میں ظلمت نفسی کہہ کر ہمیں متوجہ کر رہے ہیں۔

یہاں پر اس فقرے سے یہ تصور و گمان نہ پیدا ہونے پائے کہ معاذاللہ مولائے کائنات کسی ظلم میں ملوث تھے جو اس طرح دعا فرما رہے ہیں نہیں ہر گز ایسا نہیں ہے مولا متقیان ایک الٰہی عہد دار ہیں جہاں ظلم کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا یہ ہم جیسے گنہگار اور ناقص انسانوں کے لیے تعلیم و تربیت کا مقام ہے کہ ہم اس طرح اپنے رب کی بارگاہ میں مناجات کریں ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم کئی طرح کے ہیں چنانچہ اسلام اور اسلامی لٹیروں نے ہر طرح کے ظلم سے مقابلہ کرنے کے لیے الگ الگ طریقے بھی بتائے کہ جس درجے کا ظلم ہوگا اسی کے اعتبار سے اس کے خلاف جہاد ہوگا اگر ظلم صرف انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے تو توبہ اور استغفار سے کام چل جائے گا لیکن اگر ظلم شرک اور کفر کی حدوں کو پار کرتا ہوا اتنا عظیم ہو جائے کہ صرف ظالم کی ذات تک محدود نہیں بلکہ بندگان خدا کی اذیت کا بھی سبب بن رہا ہو وہاں پر جہاد بھی اسی کے اعتبار سے ہوگا اور اب صرف توبہ سے کام چلنے والا نہیں بلکہ امام معصوم جیسی شخصیات کو اس کا سامنا کرنے کے لیے قیام کرنا پڑے گا۔

مصادیق ظلم

یہاں پر ہم بطور نمونہ چند موارد کو ذکر کر رہے ہیں کہ جن کو قرآن کریم نے ظلم سے تعبیر کیا ہے تاکہ گفتگو کو سمجھنے میں آسانی ہو:

(۱) شرک : یعنی خدا کا شریک ٹھہرانا اور یہ ایسا گناہ ہے کہ جس کو قران کریم نے ظلم عظیم سے تعبیر کیا ہے:

"... إِنَّ اَلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ"[10]۔"بتحقیق شرک ظلم عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے"۔

(۲) ایات الٰہی کی تکذیب : یعنی جو آیات و نشانی خدا کو جھٹلائے:

"...فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْها..." [11]۔

"اس سے بڑا ظالم کون ہے جو ایات خدا کی تکذیب کرے اور حق سے منہ موڑ لے"

(۳) حدود الٰہی کو توڑنا : حریم و حدود الٰہی کا پاس نہ رکھنے والا بھی ظلم کرتا ہے:

"... وَ مَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولئِكَ هُمُ الظّالِمُونَ"[12]۔

"جو حدود الٰہی سے تجاوز کر جائے کار اور ظالم ہے"۔

---

۸ نامہ نمبر ۳۱۔

۹ ترجمہ اردو علامہ جوادی۔

۱۰ سورہ لقمان آیت ۱۳۔

۱۱ سورہ انعام آیت ۱۵۷۔

۱۲ سورہ اعراف آیت نمبر ۴۴۔

(۴) قانون خدا کے خلاف حکم دینا : یعنی دستورات الٰہی کے خلاف حکم صادر کرنا ظلم ہے:

"...وَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِما أَنْزَلَ اللّهُ فَأُولئِكَ هُمُ الظّالِمُونَ"[۱۳]"جو خدا کے نازل کیے ہوئے احکام کے خلاف حکم صادر کرے وہ ظالم ہے"۔

(۵) راہ حق سے منحرف کرنا : یعنی جو لوگوں کو راہ حق وحقیقت سے منحرف کرے راہ کرے ظلم کرتا ہے:

"... أَلا لَعْنَةُ اللّهِ عَلَى الظّالِمِينَ . اَلَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّهِ وَ يَبْغُونَها عِوَجاً..." [۱۴]۔

"آگاہ ہو جاؤ کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے اور ان پر کہ جو لوگوں کو راہ حق سے دور کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کو راہ حق سے منحرف کر دیں"۔

(۶) کفار کو ولی بنانا : یعنی جو ہاتھی بر حق کو چھوڑ کر کفار کو اپنا ولی و سرپرست قرار دے وہ ظالم ہے:

"... وَ مَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولئِكَ هُمُ الظّالِمُونَ"[۱۵]۔"اور تم میں سے جو بھی کفار کو اپنا ولی بنائے بلاتردید وہ ظالم ہے"۔

(۷) خدا پر جھوٹ باندھنا: خداوند متعال پر جھوٹ باندھنا بھی ظلم ہے:وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرى عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ..." [۱۶]۔"اس سے بڑا ظالم اور ستم کار کون ہوگا کہ جو خدا پر جھوٹ اور بہتان باندھے"۔

(۸) کتمان شہادت الٰہی: گواہی خدا کو چھپانا بھی ظلم ہے:

"وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّهِ"[۱۷]۔

"اس سے بڑا ظالم کون ہوگا کہ جو انبیاء کے بارے میں خدا کی گواہی کو چھپائے"۔

(۹) لوگوں پر تجاوز کرنا: یعنی بندگان خدا کو ستانا اور ان کا حق تلف کرنا بھی ظلم ہے:

"إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النّاسَ وَ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولئِكَ لَهُمْ عَذابٌ أَلِيمٌ"[۱۸]۔

"سرزنش اور ملامت کی راہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے کہ جو لوگوں پر ظلم و ستم کرتے اور زمین پر ناحق تجاوز کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

(۱۰) عصیان و نافرمانی خدا: اس سلسلے میں متعدد آیات پائی جاتی ہیں کہ جو اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ گناہ کرنا اور معصیت خداوند انجام دینا ظلم ہے جیسے کہ یہ آیہ کریمہ:

" فَمِنْهُمْ ظالِمٌ لِنَفْسِهِ"[۱۹]۔" بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں"۔

ظلم کے یہ مذکورہ مصادیق قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں جن کو قرآن نے ظلم اور اس کے انجام دینے والے کو ظالم کہا ہے۔

۱۳سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۵۔
۱۴سورہ ھود آیت نمبر ۱۹،۱۸۔
۱۵سورہ توبہ آیت نمبر ۲۳۔
۱۶سورہ صف ایت۔
۱۷سورہ بقرہ ایت ۱۴۰۔
۱۸سورہ شورہ ایت نمبر ۴۲۔
۱۹سورہ فاطر ایت نمبر ۳۲۔

واضح رہے کہ مندرجہ بالا موارد میں ابتداکے آٹھ مصادیق وہ ہیں کہ جن کا تعلق انسان اور خدا سے ہے۔ یہ وہ مظالم ہیں کہ جسے انسان خداپر کرتا ہے۔ نویں نمبر کا تعلق اس ظلم سے ہے کہ جوایک انسان دوسرے انسان پر روا رکھتا ہےاور آخری والے کا تعلق خود انسان کی اپنی ذات سے ہےاور ہماری گفتگو اسی مورد کے بارے میں ہے جہاں ایک انسان دوسرے انسان پر ظلم کرتا ہے۔

علامات ظلم وظالم

امیر المومنین کی ذات گرامی ظلم اور ظالم سے اس قدر بیزار ہے کہ آپ زندگی کے کسی شعبے میں بھی ظلم اور ظالم کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے لہٰذا اپنے چاہنے والوں اور عقیدت مندوں کو علامات ظلم اور ظالم سے بھی باخبر کر دیااس سلسلے میں امام کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ "أَنْصِفِ اللهَ وَ أَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِکَ، وَ مِنْ خَاصَّةِ أَهْلِکَ، وَ مَنْ لَکَ فِيهِ هَوًى مِنْ رَعِيَّتِکَ، فَإِنَّکَ إِلاَّ تَفْعَلْ تَظْلِمْ"[۲۰]۔" اپنی ذات اپنے اہل و عیال اور رعایا میں جن سے تمہیں تعلق خاطر ہے سب کے سلسلے میں اپنے نفس اور اپنے پروردگار سے انصاف کرناایسانہ کروگے توظالم ہو جاؤگے"۔

یہ وہ خط ہے کہ جسے امام نے مالک اشتر کواس وقت تحریر فرمایا کہ جب انہیں محمد ابن ابی بکر کے حالات خراب ہو جانے کے بعد مصر اور اس کے اطراف کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا اور یہ عہد نامہ حضرت کے تمام سرکاری خطوط میں سب سے زیادہ مفصل اور محاسن کلام کا جامع ہے

مذکورہ بالا فقرہ میں امام نے ظلم کی یہ علامت بتائی کہ اگر کوئی شخص اپنے اہل و عیال اور لوگوں کے بارے میں خود اپنے اور اپنے رب کریم سے انصاف نہ کرے تواس نے ظلم کیا ہے یعنی اگر ناانصافی سے کسی کے بھی سلسلے میں کام لیاتو یہ ظلم ہےاور ظالم کہتے ہی اسے ہیں کہ جو عدل وانصاف اور حق سے دور ہو۔

۲۔" مَن بالَغَ في الخُصُـومَةِ أثِمَ، و مَن قَصَّـرَ فيها ظُلِمَ "[۲۱]جو لڑائی جھگڑے میں آگے نکل جائے وہ گنہگار ہوتا ہےاور جو کوتاہی کرے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے[۲۲]یعنی لڑائی جھگڑے میں زیادتی کرنااور اس بارے میں کوتاہی برتناشانی ہے ظلم ہے۔

۳۔ "اَلْحَجَرُ الْغَصِيبُ فِي الدّارِ رَهْنٌ عَلَى خَرَابِهَا"[۲۳]۔" گھر میں ایک پتھر بھی غصبی ہو تواس کی بربادی کے لیے کافی ہے"[۲۴]۔

یعنی اگر گھر بربادی اور ہلاکت کی ہوا دکھائی دے تواس کا مطلب یہ ہے کہ اس ظلم پر رکھی گئی ہے کیونکہ گیس ظلم اور ظلم کاانجام بہرحال بربادی ہے یعنی گھر کی بربادی نشانیاں ظلم ہے۔

٤۔ "لِلظّالِمِ مِن الرِّجالِ ثلاثُ علاماتٍ: يَظلِمُ مَن فَوقَهُ بِالمَعصيَةِ، ومَن دُونَهُ بِالغَلَبَةِ، ويُظاهِرُ الظَّلَمَةَ"[۲۵]۔

" لوگوں میں ظالم کی تین علامات ہوتی ہیں اپنے سے بالاتر معصیت کے ذریعے ظلم کرتا ہےاپنے سے کم تر پر غلبہ اور قہر کے ذریعے

---

۲۰ نامہ نمبر ۵۳ نہج البلاغہ۔
۲۱ حکمت نمبر ۲۹۸ نہج البلاغہ۔
۲۲ ترجمہ علامہ جوادی۔
۲۳ حکمت نمبر ۲۴۰ نہج البلاغہ۔
۲۴ ترجمہ علامہ جوادی۔
۲۵ حکمت نمبر ۳۵ نہج البلاغہ۔

ظلم کرتا ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ ظالم قوم کی حمایت کرتا ہے"[26]

ظلم و ستم سے ممانعت

اس بحث میں حضرت علی علیہ السلام کے ان اقوال وفرامین کو پیش کریں گے جن میں امام نے لوگوں کو ظلم و تعدی سے منع فرمایا ہے چونکہ حضرت خود ایک الہی نمائندے ہیں کہ جو نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم برداشت کرتا ہے جو خود بھی عادل ہے اور عدل وانصاف کا حکم بھی دیتا ہے (ان اللہ یامر بالعدل) لہٰذا امام نے بھی دنیا کے سامنے وہی الہی کردار پیش کیا چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ کردار علوی کا نمونہ دیکھیے کہ جب حضرتؑ کے سر پر ضربت لگی اور امام کا سر شگاف ہو چکا زخمی حالت میں بستر مرگ پر ہیں اور اب ایسے عالم میں آپ کے قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم کو مولا کے سامنے پیش کیا گیا تو سب سے پہلا جملہ کہ اس کے ہاتھ کھول دیے جائیں اور پھر فرمایا کہ اس کے لیے شربت لایا جائے مگر پھر بھی دیکھا کہ وہ ڈرا ڈرا سا ہے فرمایا خوف نہ کرو اور جب پوری طرح مطمئن ہو گیا تو صرف ایک سوال کیا کہ اے ابن ملجم! یہ بتا کیا میں تمہارا برا امام تھا؟ قاتل ہے مگر امام کے رحم و کرم کا نمونہ دیکھ چکا ہے اور گفتار و کردار علوی سے بخوبی آشنا ہے لہٰذا کوئی جواب بن نہ پڑا تو کیا کہے شرمندگی سے سر جھکا کر صرف یہی کہا کہ مولا اپ سے بہتر کون ہو سکتا ہے مگر میں کیا کروں کہ جس نے خود ہی اپنے سے جہنم کا انتخاب کر لیا ہو اسے کون روک سکتا ہے۔

یہاں بات صرف اسی مقام پر ختم نہیں ہو جاتی ہے بلکہ اس کے بعد امام اپنے عزیز واقارب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَا أُلْفِيَنَّكُمْ تَخُوضُـونَ دِمَاءَ الْمُسْـلِمِينَ خَوْضـاً، تَقُولُونَ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ)؛ أَلَا لَا تَقْتُلُنَّ بِي إِلَّا قَاتِلِي..." [27]۔"اے اولاد عبدالمطلب یہ نہ دیکھوں کہ تم مسلمانوں کا خون بہانا شروع کر دو صرف اس نعرہ پر کہ امیر المومنین قتل کر دیے گئے میرے بدلے میں صرف میرے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل نہیں کیا جا سکتا"۔

بات یہاں پر بھی تمام نہ ہوئی بلکہ امام علیہ السلام نے: " تَقْتُلُنَّ بِي إِلَّا قَاتِلِي " کی بھی وضاحت فرما دی کہ میرے قاتل کو کس طرح اور کیسے قتل کرنا انتقام کی اگ میں کو بالائے طاق نہ رکھ دینا اور جابروں کا رویہ نہ اختیار کر لینا چنانچہ فرمایا:

"انْظُرُوا إِذَا أَنَا مِتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هَذِهِ فَاضْرِبُوهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ؛ وَ لَا تُمَثِّلُوا بِالرَّجُلِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ (صلى الله عليه وآله) يَقُولُ: إِيَّاكُمْ وَ الْمُثْلَةَ وَ لَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ"[28]۔

"دیکھو اگر میں اس ضربت سے شہید ہو جاؤں تو ایک ضربت کا جواب ایک ہی ضربت ہے اور دیکھو میرے قاتل کے جسم کے ٹکڑے نہ کرنا کہ میں نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے کہ خبردار کاٹنے والے کتے کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹنا"[29]

کون دنیا میں ایسا شریف النفس اور بلند کردار ہے جو قانون خدا کی سربلندی کے لیے اپنے نفس کا موازنہ اپنے دشمن سے کرے اور اعلان کر دے اگرچہ مالک نے مجھے نفس اللہ اور نفس پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرار دیا ہے اور میرے نفس کے مقابلے کائنات کے جملہ نفوس کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جہاں تک اس دنیا میں قصاص کا تعلق ہے میرا نفس بھی ایک ہی نفس شمار کیا جائے گا اور

۲۶ترجمہ علامہ جوادی۔
۲۷وصیت نمبر ۴۷۔
۲۸وصیت نمبر ۴۷۔
۲۹ترجمہ علامہ جوادی۔

میرے دشمن کو بھی ایک ہی ضرب لگائی جائے گی تاکہ دنیا کو یہ احساس پیدا ہو جائے کہ سماج میں خون ریزی اور فساد کے روکنے کا صحیح راستہ کیا ہوتا ہے یہی وہ افراد ہیں جو خلافت الٰہیہ کے حقدار ہیں اور انہی کے کردار سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ انسانیت کا کام فساد اور اور خون ریزی نہیں ہے بلکہ انسان زمین پر فساد اور خون روزی کے روک تھام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اس کا منصب واقعی خلافت الٰہیہ ہے۔

۲۔ حضرت امام حسن کو وصیت فرماتے ہوئے ایک خط میں یوں فرمایا: "لا تَظلِمْ كما لا تُحِبُّ أن تُظلَمَ"

"جس طرح تم ظلم کو اپنے اوپر پسند نہیں کرتے تم بھی کسی پر ظلم نہ کرنا"[۳۰]۔

۳۔ مالک اشتر کو یوں تحریر فرماتے ہیں: " وَالتَّغَابِيَ عَمَّا تُعْنَى بِهِ مِمَّا قَدْ وَضَحَ لِلْعُيُونِ، فَإِنَّهُ مَأْخُوذٌ مِنْکَ لِغَيْرِکَ ..." ۔[۳۱] " اور جو نگاہوں کے سامنے واضح ہو جائے اس سے غفلت نہ برتنا کہ دوسروں کے لیے یہی تمہاری ذمہ داری ہے اور عنقریب تمام امور سے پردے اٹھ جائیں گے اور تم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا"[۳۲]

۴۔ اسی طرح مذکورہ نامے کے ایک اور حصے میں یوں فرمایا:

"واشعر قلبک الرّحمۃ للرّعیّۃ، والمحبّۃ لھم، واللطف بھم"[۳۳]

"اور رعایا کے لئے مہربانی محبت اور رحمت کو دل کا حصہ بنالو اور خبردار ان کے حق میں پھاڑ کھانے والے درندے کے مثل نہ ہو جانا"۔

واقعاً انسانیت کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ وہ مولا جو اپنے بنائے ہوئے گورنر کو اس طرح سے محبت اور الفت کی وصیت کر رہا ہے وہ امام خود کتنا مہربان اور رؤف ہوگا اور اپنی رعایا سے کس قدر محبت سے پیش آتا ہوگا۔ مگر افسوس تو اسی بات کا ہے کہ دنیا نے اس کے فضل و کرم کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اسے اپنے ظلم کا نشانہ بنالیا۔

امام کے یہ چند کلمات تھے جنہیں یہاں ظلم سے نہی اور ممانعت کے سلسلے میں پیش کیا گیا اور اسی طرح سینکڑوں کلمات ہیں مگر ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ظلم و ظالم سے اعلان برائت

امام علی علیہ السلام کے کلام میں ایسے جملات و فقرات بے شمار پائے جاتے ہیں کہ جہاں پر آپ نے ظلم اور ظالم سے اعلان برات اور بیزاری فرمائی ہے؛ چنانچہ جیسا کہ پہلے بھی عرض ہوا کہ اسلامی لیڈروں کا کمال کردار ہی یہ رہا کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ ظلم و تعدی سے کام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ ظلم و ستم کے مدمقابل رہے گویا ان کی زندگی کا مقصد ہی ظلم اور ظالم کے خلاف جہاد کرنا رہا سیرت تمام ائمہ علیہم السلام کی بھی یہی رہی۔ خاص طور پر یہ پہلو امام علی علیہ السلام کی حیات طیبہ میں نمایاں طریقے سے دیکھنے کو ملتا ہے۔

محترم حجت الاسلام والمسلمین جواد نقوی دام لہ فرماتے ہیں کہ: " جنہوں نے علی علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا

---

[۳۰] وصیت ۳۱ نہج البلاغہ ترجمہ علامہ جوادی۔

[۳۱] نامہ نمبر ۵۳ ترجمہ علامہ جوادی۔

[۳۲] اردو ترجمہ علامہ جوادی۔

[۳۳] نامہ نمبر ۵۳ ترجمہ علامہ جوادی۔

رہنما مانا انہوں نے بہت ہی آسان کام کیا کہ ان کے ماننے والے کو نہ جنگ کرنی ہے نہ جدال کوئی کچھ بھی کرے ان کو کسی سے بھی کوئی مطلب نہیں ان کو تو صرف اپنی کرسی بچانی ہے اور حکومت چلانی ہے مگر جنہوں نے علی علیہ السلام کو اپنا قائد اور رہنما تسلیم کیا انہوں نے بہت ہی سخت کام کیا اور سنگین ذمہ داری اپنے اوپر لی اس لیے کہ علی علیہ السلام وہ ہے کہ جو نہ ظلم کے خلاف خاموش بیٹھتا ہے اور نہ ہی اپنے ماننے والوں کو چپ بیٹھنے دیتا ہے نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو ظلم کرنے دیتا ہے لہٰذا اگر علی کی امامت میں رہنا ہے تو اپنے اندر بھی ظلم و ستم کے خلاف وہی نفرت پیدا کرنا ہوگی جیسا علی علیہ السلام چاہتے ہیں اپنے اندر کرنے کا وہی جوش وجذبہ پیدا کرنا ہوگا کہ جو شایان شان محبان علی علیہ السلام ہے۔

اسلام کو مالک اشتر سلمان فارسی ابوذر غفاری میثم تمار اور مختار ثقافی جیسے کردار کی ضرورت ہے کہ جو ظالم کی انکھوں میں انکھیں ڈال کر گفتگو کرے جو ایک پل بھی ظلم اور ظالم کے خلاف چین سے نہ بیٹھے جو ظلم کی بساط کو تہ بالا کر دے لہٰذا یہی بات ہے کہ کبھی بھی حق والوں اور باطل کی پیروی کرنے والوں میں میل و میلاپ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں زمین وآسمان جیسا فرق ہے حق پسند ظالم سے نفرت اور ظلم کو ناپسند کرتا ہے اور اہل باطل ظلم کو پسند کرتے ہیں یہ ظلم کو روکنا چاہتے ہیں جبکہ وہ ظلم کو فروغ دینا ہے حق اور باطل میں تضاد ہے جیسے کہ نور اور ظلمت۔ علم اور جہل۔ رات اور دن کہ جس طرح یہ تمام چیزیں باہم جمع نہیں ہو سکتیں، اسی طرح عدل وانصاف حق و حقیقت اور باطل پرست کے نمائندے بھی آپس میں کبھی اتفاق نہیں کر سکتے، مولا کائنات کے چند کلمات اس سے متعلق ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ "(ایھاالمومنین) ایمان والو جو شخص دیکھے کہ ظلم و تعدی پر عمل ہو رہا ہے اور برائیوں کی طرف دعوت دی جارہی ہے اور اپنے دل سے اس کا انکار کر دے تو گویا کہ محفوظ رہے گیا اور بری ہو گیا اور اگر زبان سے انکار کر دے تو اجر کا حقدار بھی ہو گیا کہ یہ قلبی انکار سے بہتر صورت ہے اور اگر کوئی شخص تلوار کے ذریعے اس کی روک تھام کرے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے اور ظالمین کی بات پست ہو جائے تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کے راستے کو پالیا ہے اور اس کے دل میں یقین کی روشنی پیدا ہو گئی ہے"[۳۴]۔

۲۔ اسی سے متعلق دوسرے مقام پر فرمایا:

" فَمِنْهُمُ ٱلْمُنْكِرُ لِلْمُنْكَرِ بِيَدِهِ وَ لِسَـانِهِ وَ قَلْبِهِ "؛ بعض لوگ منکرات کا انکار دل زبان اور ہاتھ سب سے کرتے ہیں تو یہ خیر کے تمام شعبوں کے مالک ہیں اور بعض لوگ صرف زبان اور دل سے انکار کرتے ہیں اور ہاتھ سے روک تھام نہیں کرتے ہیں تو انہوں نے نیکی کی دو خصلتوں کو حاصل کیا ہے اور ایک کو برباد کر دیا ہے اور بعض لوگ صرف دل سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہاتھ استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی زبان تو ان لوگوں نے دو خصلتوں کو ضائع کر دیا ہے اور صرف ایک کو پکڑ لیا ہے اور بعض وہ ہیں کہ جو دل زبان اور ہاتھ کسی سے بھی برائیوں کا انکار نہیں کرتے ہیں تو یہ زندوں کے درمیان مردوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور یاد رکھو کہ جملہ اعمال خیر جہاد دراہ خدا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مقابلے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو گہرے سمندر میں لواپ کے ذرہ کی حیثیت ہوتی ہے اور ان تمام اعمال سے بلند تر عمل حاکم ظالم کے سامنے کلمہ انصاف وحق کا اعلان ہے"[۳۵]۔

اسلام میں اس کی بہترین مثال ابن السکیت کا کردار ہے کہ جہاں متوکل نے ان سے یہ سوال کر لیا کہ تمہاری نگاہ میں میرے

---

۳۴ حکمت نمبر ۳۷۳ یا ۳۷۴۔
۳۵ نہج البلاغہ، حکمت نمبر ۳۷۳ یا ۳۷۴۔ ترجمہ علامہ جوادی۔

دونوں فرزند معتز اور معید بہتر ہیں یا علی علیہ السلام کے حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام۔ تو ابن السکیت نے ظالم سلطان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا کہ: حسن و حسین علیہما السلام کا کیا ذکر ہے تیرے فرزند اور تو دونوں مل کر علی علیہ السلام کے غلام قنبر کی جوتیوں کی تسمہ کے برابر بھی نہیں ہو۔ جس کے بعد متوکل نے حکم دے دیا کہ ان کی زبان کو گدی سے کھینچ لیا جائے اور ابن السکیت نے نہایت درجہ سکون قلب کے ساتھ اپنی قربانی کو پیش کر دیا اور اپنے پیشرو میثم تمار، حجر ابن عدی، عمرو بن حمق، ابوذر، عمار یاسر اور مختار سے ملحق ہو گئے۔

مظلوم کا دفاع

الٰہی نمائندوں کی خاصیت اور شیوہ یہ رہا ہے کہ انہوں دنیا میں آنے کے بعد باطل کا انکار کیا اور ساتھ ہی مظلوم طبقے کا دفاع بھی کیا چونکہ ہماری بحث کا محور نہج البلاغہ اور امام علی علیہ السلام کی ذات اقدس ہے لہٰذا آپ ہی کے کلام اور حیات طیبہ سے چند مثالیں مظلوموں کے حق کے دفاع کے سلسلے میں پیش کی جا رہی ہیں:

راوی کہتا ہے کہ کوفہ کی گرمی شباب پر تھی ایسے عالم میں میں نے امیر المومنین کو دیکھا کہ حضرت دیوار سے تکیہ کیے بیٹھے تھے میں نے کہا مولا اس گرمی کی شدت میں آپ یہاں کیوں اور کس لیے بیٹھے ہیں؟ فرمایا: میں گھر سے باہر آیا ہوں تاکہ مظلوم اور غم رسیدہ دل کی مدد کروں، تبھی میں نے دیکھا ایک عورت پریشانی کے عالم میں حضرت کے پاس آئی اور عرض کیا یا امیر المومنین میرے شوہر نے مجھ پر ظلم و ستم کیا ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ مجھ کو مارے گا۔ امام نے تھوڑی دیر تک سر کو نیچا جھکائے رکھا اس کے بعد آسمان کی طرف بلند کرکے فرمایا: خدا کی قسم میں مظلوم کا حق دلوا کر رہوں گا۔ اور پھر اس عورت کے ساتھ چل پڑے اور اس کے گھر کے قریب پہنچ کر اہل خانہ اور اس کے شوہر کو سلام کیا، جب اس کا شوہر باہر آیا تو امام نے فرمایا: خدا سے ڈر کہ تو نے اپنی بیوی کو ڈرایا ہے۔ اس کے شوہر نے جواب دیا کہ تم کو میری بیوی سے کیا سروکار خدا کی قسم اب تمہارے اس کلام کی خاطر میں اسے نذر آتش کروں گا۔ امام کے چہرے پر جلالت کے آثار نمودار ہوئے تلوار کو نیام سے نکال کر فرمایا: میں تجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہا ہوں اور تو میری بات کو ردّ کر رہا ہے توبہ کر ورنہ میں تجھے ابھی قتل کر دوں گا۔ اتنے میں تمام لوگ جمع ہو گئے اور جب اس نے جان لیا کہ یہ کوئی اور نہیں بلکہ امیر المومنین ہیں تو حضرت کے قدموں پر گر کر عذر خواہی کرنے لگا۔ اس کے بعد امام نے اس عورت کے شوہر کو گھر میں جانے کا حکم دیا درحالیکہ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے:

"لا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْواهُمْ إِلاّ مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلاحٍ بَيْنَ النّاسِ..."[٣٦]

" پھر اس امر پر خدا کا شکر ادا کیا اس طرح کے خدا کا شکر ہے میرے ہاتھوں عورت اور اس کے شوہر کے درمیان صلح برقرار ہو گئی ہے"۔[٣٧]

اسی طرح کی متعدد مثالیں ہیں کہ جو حضرت کی حیات طیبہ میں دیکھنے کو ملتی ہیں مثلاً جب حضرت کسی شخص کو کسی بھی مقام کا عامل مقرر فرماتے تھے تو اس تو حضرت کا دستور اور طریقہ یہ ہوتا تھا کہ اس کے نام ایک خط تحریر فرماتے تھے کہ جس میں اس کو عدل و انصاف کی وصیت کی جاتی اور ظلم متعدی سے منع کیا جاتا تھا اور اگر کسی بھی وقت امام کو اس کے خلاف کوئی بات پتہ چلتی کہ

---

[٣٦] نساء، آیت ١١٤۔

[٣٧] سفینۃ البحار جلد ٢ صفحہ ٣٢١۔

مثلاً اس نے لوگوں پر کسی طرح سے تجاوز کیا ہے فوراً حضرت اس کے نام خط تحریر فرماتے کہ جس میں سخت لہجے سے کلام ہوتا تھا یعنی مقصد یہ تھا کہ علی کسی پر بھی ظلم و تعدی کو برداشت نہیں کر سکتا خواہ اپنا ہو یا پرایا خواہ ظلم کرنے والا محب ہو یا غیر محب حضرت کا ایک خط کہ جو بہت ہی مشہور و معروف ہے وہ مالک اشتر کو لکھا ہوا خط ہے اور یہ تمام خطوط میں سب سے تفصیلی اور بہترین خط شمار کیا جاتا ہے اس میں ایک جگہ اس طرح ارشاد فرمایا:

" وَلْيَكُنْ أَحَبَّ الأمُورِ إِلَيْكَ أَوْسَطُهَا فِي الْحَقِّ، وَأَعَمُّهَا فِي الْعَدْلِ..." تمہارے نزدیک پسندیدہ کام وہ ہونا چاہیے کہ جو حق کے اعتبار سے بہترین اور انصاف کے اعتبار سے لوگوں کو شامل اور رعایہ کی مرضی سے اکثر کے لیے پسندیدہ ہو مشاور کے بارے میں فرمایا دیکھو کسی حریص اور لالچی سے مشورہ نہ لینا کہ وہ ظالمانہ طریقے سے مال جمع کرنے کو بھی تمہاری نگاہوں میں آراستہ کر دے گا۔ وزارت کے سلسلے میں فرمایا دیکھو خبر دار ان افراد کو اپنا وزیر نہ بنانا کہ جو پہلے اشرار کے وزیر رہ چکے ہوں اور ان کے گناہوں میں شریک رہے ہوں ان ظالموں کے مددگار اور خیانت کاروں کے بھائی بند و ہیں لہٰذا ایسے افراد کا انتخاب کرنا کہ جو نہ کسی ظالم کے ظلم میں شریک ہوں اور نہ کسی گناہ کار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہو[۳۸]۔

ایک اور جگہ خرید و فروخت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

"لوگوں کو ذخیرہ اندوزی سے منع کرو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے خرید و فروخت میں سہولت ضروری ہے جہاں عادلانہ میزان ہو اور قیمت معین ہو جس سے خریدار یا بیچنے والے کسی فریق پر بھی ظلم نہ ہو"[۳۹]۔

ان مذکورہ بالا فقرات سے واضح ہوتا ہے کہ امام علی علیہ السلام چونکہ امام عادل ہیں لہٰذا ظلم کو کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کر سکتے گویا امام کا تمام تر مقصد حیات عدل و انصاف کا قیام، مظلوموں کا دفاع اور ظلم کے خلاف نبرد ازمائی رہا ہے۔

امام علی علیہ السلام کی نظر مین ظالم کے خلاف جہاد کی عظمت اور اس کی اقسام

یوں تو تمام نمائندگان خدا کی یہ خاصیت رہی ہے کہ انہوں نے ظلم سے نبرد آزمائی کی اور اسکے خلاف آواز حق بلند کرتے رہے مگر مولائے کائنات کی ذات اقدس ان تمام میں نمایاں طور سے نظر اتی ہے کائنات کا ہر ہر قدم ظلم کے خلاف ایک جہاد ہے جسے امام تاحیات کرتے رہے۔

واضح رہے کہ صرف تلوار لے کر میدان جنگ میں جا کر دشمنوں کے خلاف لڑائی کرنا ہی جہاد نہیں بلکہ جہاد کی متعدد قسمیں ہیں جب جہاد تلوار کے ذریعے ہوتا ہے تو اسے جہاد بالسیف کہا جاتا ہے جب دشمن کے خلاف کلمہ حق قلم کے ذریعے لکھا جاتا ہے تو اسے جہاد بالقلم کہتے ہیں تقاریر اور خطبات کو ذریعہ بنایا جاتا ہے تو جہاد بالسان کہلاتا ہے جب دشمنوں کے خلاف مال و دولت صرف کیا جاتا ہے تو جہاد بالمال ہوتا ہے اور جب اپنے کردار عمل کے ذریعے نفس و خواہشات کا مقابلہ کیا جائے تو اسے جہاد بالنفس کا نام دیا جاتا ہے وغیرہ...۔

امیر المومنین علیہ السلام کی تمام تر زندگی ظلم کے خلاف جہاد اور ایک تحریک کا نام ہے مولائے کائنات کے جہاد بالسیف کے گواہ بدر و احد و خیبر و خندق اور صفین و نہروان کے میدان ہیں جہاد بالسان کی گواہی خطبات و کلمات مولا دے رہے ہیں جہاد بالقلم کی گواہی

---

۱۳۸ اقتباس از نامہ نمبر ۵۳ ترجمہ علامہ جوادی۔
۱۳۹ اقتباس از نامہ نمبر ۵۳ ترجمہ علامہ جوادی۔

خطوط و مرسلات دے رہے ہیں اپ کے جہاد بالمال کے گواہ وہ مساکین ہیں کہ جو اس در پر آ کر بے زر سے ابوذر بن گئے اور جہاد بالنفس کا گواہ خود دشمن اسلام عمرابن عبدود کا سر ہے۔

جب معاویہ کے لشکر نے انبار پر حملہ کیا ہے تو امیر المومنین علی علیہ السلام نے جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے جہاد پر آمادہ کرتے ہوئے فرمایا:

إنّ الجِهادَ بابٌ مِن أبْوابِ الجَنّةِ فَتَحَهُ اللّه ِلِخاصَّةِ أوْلِيائِهِ، و هُو لِباسُ التَّقوى، و دِرْعُ اللّه ِالحَصينَةُ، و جُنَّتُهُ الوَثيقَةُ[40]

دوسری جگہ فرمایا: فَمَنْ تَرَكَهُ (الجهاد) رَغْبَةً عَنْهُ اَلْبَسَهُ اللّهُ ثَوْبَ الذُّلِّ وَ شَمْلَةَ الْبَلاءِ وَ دُيِّثَ بِالصَّغارِ وَالْقَماءَةِ وَ ضُرِبَ عَلى قَلْبِهِ بِالاْسْهابِ وَ اُديلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْييعِ الْجِهادِ وَ سيمَ الْخَسْفُ وَ مُنِعَ النَّصَفُ"[41]

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے پرودگار عالم نے اپنے مخصوص اولیاء کے لئے کھولا ہے یہ لباس تقویٰ اور اللہ کی محفوظ و مستحکم زرہ ہے اور جس نے جہاد سے اعراض کرتے ہوئے اسے نظر انداز کیا اللہ اسے ذلت کا لباس پہنا دے گا اور اس پر مصیبت حاوی ہو جائے گی اور اسے ذلت و خواری کے ساتھ ٹھکرا دیا جائے گا۔ اس کے دل پر غفلت کا پردہ ڈال دیا جائے گا اور جہاد کو ضائع کرنے کی بنا پر حق اسکے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اسے ذلت برداشت کرنا پڑے گی اور وہ انصاف سے محروم ہو جائے گا۔

مولائے کائنات کے اس عظیم الشان خطبے سے معلوم ہوتا۔ کہ جب ظلم و بربریت اپنا سر اٹھانے لگیں تو لوگوں کو چاہے کہ وہ میدان جہاد میں آ کر اس کا مقابلہ کریں اور کسی بھی حال میں ظالم کے ظلم کو نظرانداز نہ کریں۔ اسلام نے ظالم کے خلاف اس وقت تک جہاد کو واجب قرار دیا ہے جب تک جنگ کا قلع قمع نہ ہو جائے اور ظالم کے ہاتھ کٹ نہ جائیں اور دین فقط دین خدا نہ رہ جائے بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ استعمار مسلمانوں کا دفاع کر رہا ہے اسی لئے وہ اسکی خوشنودی کے تانے بانے بنتے رہتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ظالم سے کسی حال میں بھی خیر کی امید نہیں رکھنی چاہیئے اس لئے کہ وہ ہر ظلم اور دنیا میں ہونے والے ہر فساد کی بنیاد ہے اگر اسکے اندر خیر کی کوئی دمک نظر بھی آ جائے تو اس پر غور کرو کہ اسمیں اس کے لیے فائدہ ہو سکتا ہے کیونکہ بھیڑیا کبھی بھیڑ کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی خیر خواہی دکھا دے سمجھ لو کہ وہ اپنے مستقبل کے در پے ہے جو آج نہیں تو کل ضرو نقصان پہنچائے گا۔ جیسا کہ ایک مشہور ضرب المثل ہے دانتوں کو نکلا دیکھ کر یہ خیال نہ رہے کہ وہ ہنس رہا ہے بلکہ وہ تو موقع کی تلاش میں اور پوری طرح سے آمادہ ہے کہ شکار کو دبوچ لے۔ لہٰذا ہمیں ظالم کی شیطانی چالوں سے باخبر اور ہوشیار رہنا چاہیے اور اسکے خلاف ہمہ وقت جہاد کے لئے آمادہ رہنا چاہئے سن ٦١ ہجری کے واقع میں امام حسین ع نے معرکہ کربلا سر کرکے یہی تو پیغام ظاموں کے خلاف جہاد کرنے والوں کو دیا تھا کہ میدان جہاد میں اس وقت تک اپنے قدم پیچھے نہ ہٹانا جب تک کہ ظلم کے مناروں کو منہدم نہ کر دو۔ عصر حاضر کے حالات پر اگر غور کیا جائے تو یزید کی طرح آج بھی ظالم حکومتوں نے اپنی تمام تر قوتوں کو ایک مرتبہ پھر یک جا کر کے ظلم و جور کا ایک نیا بازار گرم کر رکھا ہے۔ لہٰذا ظالم سے نرم رویہ اختیار نہ کریں اور نئے نئے بہانے تلاش نہ کریں جس طرح ماضی کے مسلمانوں نے علی علیہ السلام کے

---

[40] نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷۔
[41] نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷۔

ساتھ کیا کہ جب آپ نے لوگوں کو جہاد کی طرف دعوت دی تو کہنے لگے یا علی ع اتنی شدید گرمی ہے، تھوڑی مہلت دیجئے تاکہ یہ گرمی گزر جائے اور اسکے بعد جب سردی میں جہاد کے لئے بلایا تو کہنے لگے کہ یا علی ع اتنی سخت سردی پڑ رہی ہے ذرا ٹہر جائیں کہ سردی ختم ہو جائے حالانکہ دوستوں یہ سب جہاد سے منہ موڑنے اور میدان جنگ میں چمکتی ہوئی تلواروں سے جان بچانے کے بہانے تھے اس لئے کہ جو قوم سردی اور گرمی سے فرار کرتی ہے وہ میدان جہاد میں کہ جہاں صرف موت دیکھائی دیتی ہے کس قدر فرار کرے گی اور جب لوگوں نے جہاد سے بچنے کے لئے بہانے تلاش کرنا شروع کیے تو امیر المومنین ع نے ان لوگوں سے مخاطب فرمایا:

"يَا أَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَ لَا رِجَالَ، حُلُومُ الْأَطْفَالِ وَ عُقُولُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ، لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَرَكُمْ وَ لَمْ أَعْرِفْكُمْ مَعْرِفَةً وَ اللَّهِ جَرَّتْ نَدَماً وَ أَعْقَبَتْ سَـدَماً. قَاتَلَكُمُ اللَّهُ لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِي قَيْحاً وَ شَحَنْتُمْ صَدْرِي غَيْظاً وَ جَرَّعْتُمُونِي نُغَبَ التَّهْمَامِ أَنْفَاساً وَ أَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ رَأْيِي بِالْعِصْيَانِ وَ الْخِذْلَانِ، حَتَّى لَقَدْ قَالَتْ قُرَيْشٌ إِنَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ وَ لَكِنْ لَا عِلْمَ لَهُ بِالْحَرْبِ. لِلَّهِ أَبُوهُمْ! وَ هَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَشَدُّ لَهَا مِرَاساً وَ أَقْدَمُ فِيهَا مَقَاماً مِنِّي؟ لَقَدْ نَهَضْتُ فِيهَا وَ مَا بَلَغْتُ الْعِشْرِينَ وَ هَا أَنَا ذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّينَ؛ وَ لَكِنْ لَا رَأْيَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ"[۴۲]

"اے مردوں کی شکل و صورت والو اور واقعا نامردو: تمہاری فکر بچوں میں اور تمہاری عقلیں حجلہ نشیں عورتوں جیسی ہیں..."۔

ظالم کے ظلم کو نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ ظالم کے ظلم پر خاموش رہنا بھی ظلم ہے۔لہٰذا ظلم کے خلاف اپنی کمر باندھیں ۔ کیونکہ عصر حاضر میں ظالم حکومتیں چاہتی ہیں کہ مسلمانوں سے ان کے قبلہ اول بیت المقدس کو چھین لیں اور مسلمانوں کو ذلت ورسوائی کی عمیق دلدل میں دھکیل دیا جائے اور وہ ہاتھ پاؤں مارتے مارتے دم توڑ دیں اور ان کو یہ احساس نہ ہو کہ خود مرے ہیں یا مارے گئے ہیں۔

یہی وجہ ہے وہ آج بھی فلسطین کی وادیوں سے مظلوم بچوں کی درد بھری صدائیں ہمیں ظالم کے خلاف جھاد کے لیے آواز دے رہی ہیں وہ وقت آ پہنچا ہے کہ ہم سب ملکر بیت المقدس کی حرمت کے لئے احتجاج کریں اور آواز بلند کریں تاکہ دنیا دیکھ کہ ہم ظلم کے خلاف ہیں ہم ظالم کے ساتھ نہیں ہیں؟ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہرگز ظالم کا ساتھ نہ دینا اور دیکھو ساتھ ظالم کی طرف میلان بھی نہ رہے اس لئے کہ اگر میلان بھی رہا تو جہنم کے شعلے تمہیں اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ میدان جہاد میں اترنے کے لئے یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ کتنے ہیں اس لئے کہ اسلام میں معیار جہاد کمیت نہیں ہے کیفیت ہے۔ اگر حق پر بہتر ۷۲ بھی ہوں تو لاکھوں پر غالب کرنا خدا کا کام ہے۔ تمہارا کام صرف خدا پر توکل کرکے میدان جنگ اور آتش آہن کی بارش میں کود جانا ہے آگ کو حق والوں کے لئے گلزار بنانا خدا کا کام ہے اور یہ درس واضح اور عملی طور پر کربلا سے ملتا ہے کہ جہاں امام حسین ع نے ظالم وقت کے خلاف عظیم الشان جہاد انجام دے کر اپنے چاہنے والوں کو بتایا کہ ظالم حکومتوں کو نابود کرنے کے لئے تعداد معیار نہیں ہے اگر بہتر ۷۲ ہو تب بھی نکل پڑو اور اس شان سے نکلو کہ دنیا دیکھے تو کہے کہ کلمتہ الحق کی بقا کے لئے اگر تیر بھی نکلتے ہیں تو لاکھوں پر محیط ہو جاتے ہیں۔اس لیے کہ راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد کا رخ کرتے ہیں اور انکی نگاہ میں موت کی

---

۴۲ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷

کوئی حیثیت نہیں ہوتی وہ ذلت کی زندگی کے طلب گار نہیں ہوتے کہ اسے سرمایہ حیات سمجھیں اور نہ موت سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ اسے تعزیت کا موضوع قرار دیں انکی تمام تر کوشش اور فکر یہ ہوتی ہے کہ حق سربلند اور باطل سرنگوں ہو جائے اس کے نتیجہ میں انہیں جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے دنیامیں ہمیشہ دو طرح کے افراد پائے جاتے ہیں لوگوں کی ایک قسم وہ ہوتی ہے جنہیں ایمان عزیز ہوتا ہے اور جان عزیز نہیں ہوتی اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنی چند روزہ زندگی کے لئے اپنے ابدی سرمائے ایمان کو اپنی جان پر قربان کر دیتے ہیں کہ جسکا نمونہ ہمیں جنگ صفین میں لشکر معاویہ اور لشکر مولائے کائنات کے درمیان نظر آیا لیکن افسوس یہ ہے کہ مولائے کائنات کے ساتھیوں نے بھی مولائے کائنات کے افکار کا ساتھ نہ دیا اور صرف جنگ سے بچنے کے لئے معاویہ کے فریب کا شکار ہوگئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان آج تک تاریکی اور ظلمات سے دوچار ہو رہے ہیں اور اس کا ازالہ قیام قیامت تک نہ ہوسکے گا۔

یہ تو علی علیہ السلام کے اعلیٰ کردار کا کمال تھا کہ آپ نے نا کبھی کامیابی پر مسرت کا اظہار کیا اور نہ جنگ کی شکست پر کف افسوس ملتے ہوئے دکھائی دیتے بلکہ دونوں حالات میں یکساں دکھائی دیئے اور خدا سے یہی دعا کرتے نظر آئے کہ پروردگار ہمیں حق پر ثابت قدم رکھ اور ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھ۔ جہاد کا حسین ترین نقشہ یہی ہوتا ہے کہ جنت مجاہد کی نگاہ کے سامنے مثل دلہن کے نمایاں ہوتی ہے کہ جسکا وہ دل و جان سے فریفتہ ہوتا ہے جس کے اشتیاق میں وہ کسی بھی باطل اور ظالم طاقت کو نگاہوں میں نہیں لاتا اور ہنس کر جان دے دیتا ہے اور ظالم کے خلاف مجاہد کا یہ عمل تاریخ کے صفحات کی زینت بن جاتا ہے۔ لیکن اسکے برعکس وہ لوگ جو جہاد سے دو قدم پیچھے ہٹ جاتے ہیں انکو تاریخ میں خراب اور بزدلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو تاابد ایک ننگ اور عار ہے لہٰذا ہم تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس کے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر تسبیح کے دانوں کی طرح ہو جائیں اور اپنے دشمن کو پہچانیں اور انکے لیے صف ماتم بچھا دیں امام علی ع فرماتے ہیں:

"إيّاكَ و الدِّماءَ و سَــفكَها بغَيرِ حِلِّها ؛ فإنّهُ لَيسَ شَــيءٌ أدنى لِنِقمَةٍ ، و لا أعظَمَ لِتَبِعَةٍ ، و لا أحرى بزَوالِ نِعمَةٍ ، و انقِطاعِ مُدَّةٍ ، مِن سَفكِ الدِّماءِ بِغَيرِ حَقِّها "[43]

ناحق خون بہانے سے پرہیز کرنا کیونکہ زیادہ عذاب الہی سے قریب تر اور پاداش کے اعتبار سے شدید تر، اور نعمتوں کے زوال ۔ زندگی کے خاتمے کے کے مناسب تر کوئی سبب نہیں ہے اور پروردگار روز قیامت اپنے فیصلہ کا آغاز خونریزیوں کے معاملہ سے کرے گا۔ لہٰذا اپنی حکومتوں کا استحکام ناحق خونریزی کے ذریعہ نہ پیدا کرنا اس لئے کہ یہ بات حکومت کو کمزور اور بے جان بنا دیتی ہے بلکہ تباہ کرکے دوسروں کی طرف منتقل کر دیتی ہے۔

ظلم و ظالم کا سرانجام

ظلم اور ظالم کا انجام بہت ہی خطرناک اور بھیانک ہے قران کریم نے متعدد انجام بیان کیے ہیں مثلا انتقام الہی (حجر آیہ ۷۹) محرومیت از رحمت خدا (ھود آیہ ۴۴) ضلالت و گمراہی (ابراہیم آیہ ۲۷) لعنت الہی (ھود آیہ ۱۸) ہلاکت (کہف آیہ ۵۹) وغیرہ...

---

[43] نہج البلاغۃ : نامہ ۵۳.

اس کے بعد قرآن نے ایک کلی پیغام انسانیت کو دیا کہ ہر گز یہ گمان نہ ہونے پائے کہ ظالمین جو عمل انجام دے رہے ہیں خدا ان سے غافل ہے [۴۴]۔ مگر چونکہ ہماری بحث نہج البلاغہ سے مختص ہے لہٰذا اپنے کلام امیر المومنین میں تلاش کرتے ہیں کہ حضرت نے ظلم کا کیا انجام بیان فرمایا ہے؛ چند کلام ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ "يَومُ العَدلِ على الظّالِمِ أَشَدُّ مِن يَومِ الجَورِ على المَظلُومِ"[٤٥]۔" مظلوم کے حق میں ظلم کے دن سے شدید ظالم کے حق میں انصاف کا دن ہوگا"۔

۲۔" بِئسَ الزادُ إلى المَعادِ العُدوانُ على العِبادِ"[٤٦]" روز قیامت کے لیے بدترین زاد سفر بندگان خدا پر ظلم ہے"۔

۳۔ "لِلظَّالِمِ الْبَادِي غَداً بِكَفِّهِ عَضَّـةٌ"[٤٧]"وہ شخص جو ظلم کی ابتداء کرتا ہے اسے ندامت و شرم کے مارے اپنی انگلی چبانا پڑے گا۔

ظالم کے سرانجام کے بارے میں یہ چند کلمات تھے کہ جن کو بطور نمونہ پیش کیا گیا ورنہ اس کے علاوہ بھی متعدد کلمات ہیں لیکن اگر مذکورہ کلمات اور دیگر کلمات پر غور کیا جائے تو اس واضح ہوتا ہے کہ ظلم کا انجام بہت ہی شدید اور بدتر ہوتا ہے۔ ایک جملے میں خلاصہ کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظلم کا نتیجہ نہایت ذلت و خواری ندامت و پشیمانی ہلاکت. بربادی اور تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اب جب ہر ظلم کرنے والے کا انجام یہ ہے تو پھر اس کے بارے میں کیا کہا جائے گا جس نے عالم اسلام میں ظلم کی ابتدا کی ہے اور جس کے مظالم کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

نتیجہ

امام علی علیہ السلام کے چند اقوال و فرامین تھے کہ جن کا اس تحریر میں مختصر اذکر کیا گیا اور کلمات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ظلم کیا ہے؟ انسان کس طرح ظلم کو انجام دیتا ہے؟ اور پھر مولائے کائنات نے ظلم کو کس قدر حقیر اور پست بتایا اور ظالم کا انجام کیا ہوتا ہے؟ لہٰذا حضرت ہر ایک مقام پر لوگوں کو ظلم سے ممانعت کرتے ہوئے ظالم کے خلاف جہاد کرنے اور مظلوموں کے حق سے دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اسی لئے فرمایا: ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی و مددگار رہنا مالک سے دعا کہ امام علی کے نقش قدم پر چلنے اور اپ کے اقوال و فرامین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے تا کہ ہم امام کے واقعا چاہنے والے اور شیعہ کہے جانے کے قابل ہو سکیں۔

---

۴۴ سورہ ابراھیم آیت ۴۲۔
۴۵ حکمت نمبر ۳۴۱ نہج البلاغہ۔
۴۶ حکمت نمبر ۲۲۱ سے نہج البلاغہ۔ بحار الانوار: ۷۵/۳۰۹/۴.
۴۷ حکمت نمبر ۱۸۶ نہج البلاغہ۔

منابع :

قرآن کریم

۱. ترجمہ و تفسیر قرآن اردو (انوار القرآن)، مولف سید ذیشان حیدر جوادی، چاپ لکھنو، تنظیم المکاتب. بی تا.

۲. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ قرآن، المکتبہ المرتضویہ لاحیاء آثار الجعفریہ، ۱۳۸۳.

۳. شریف رضی، نہج البلاغہ، تحقیق: صبحی صالح، قم، دار الہجرۃ، ۱۴۰۷ق.

۴. فیض الاسلام، سید علی نقی؛ نہج البلاغہ، بی نا، تہران، ۱۳۶۷ق.

۵. قمی، شیخ عباس، سفینۃ البحار و مدینۃ الحکم والآثار، چاپ: اسوہ، بی تا.

۶. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، بیروت، موسسہ الوفاء، ۱۴۰۴ق.